محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم

—— مخالفتوں کے طوفان سے گزرتے ہوئے ——

اور اُجالا پھیلتا ہی گیا

(از جناب نعیم صدیقی صاحب)

بہت سے لوگ تلوار کے زور سے قطعاتِ ارضی کے عارضی فاتح بنے ہیں، بہت سی بادشاہتیں اور آمریتیں جبر کے زور سے قائم ہوتی رہی ہیں اور کشاکشِ مفاد کے بے شمار فیصلے جنگ کے میدانوں میں طے پاتے رہے ہیں۔ لیکن دنیا کی کوئی بھی انقلابی تحریک ہو اسے اپنی قسمت کا فیصلہ ہمیشہ رائے عام کے دائرے میں کرنا ہوتا ہے۔ انسانی قلوب جب تک اندر سے کسی دعوت کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوں اور اپنے ذہن و کردار کو اس کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے راضی نہ ہو جائیں، محض جبر و تشدد سے حاصل کیے ہوئے علمبردار اس کے لیے مفید نہیں ہو سکتے بلکہ اُلٹا وہ اس کی کامل بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔ پس ہر اصولی تحریک کا اصل مزاج تعلیمی ہوتا ہے اور اس کے چلانے والوں میں مربیانہ اور معلمانہ شفقت کی روح کام کر رہی ہوتی ہے۔ اصولی تحریکوں کی نگاہ میں زندگی ایک مدرسہ کی نوعیت رکھتی ہے اور افرادِ انسانی اس مدرسہ کے طلبہ ہوتے ہیں۔ ان طلبہ کی مجموعی فلاح تقاضا کرتی ہے کہ شرارت پسندوں کی اصلاح کے لیے اور ان کے اثر سے شریف اور متوسط عناصر کو محفوظ رکھنے کے لیے تادیب کا عصا بھی کبھی کبھار حرکت میں آتا رہے، لیکن مجموعی فضا بہرحال طلبہ کے حق میں رحمت و شفقت کی فضا ہوتی ہے اور خود تادیب کے عصا کی ہر جنبش میں بھی استاد کے مربیانہ جذبات ہی کارفرما ہوتے ہیں۔ سچائی کے کلمے اور نیکی کے نظام کو لے کر اللہ کے جو بندگانِ پاک تاریخ کے مختلف ادوار میں اُٹھتے رہے ہیں انہوں نے چار و ناچار شر و فساد کی سرکوبی کے لیے میدانِ جنگ میں بھی قدم رکھا ہے اور تلوار سے عصائے تادیب کا کام بھی جزئی حد تک لیا ہے، مگر فی الحقیقت ان کا مجموعی کام ہمیشہ مربیانہ و مشفقانہ

روح کے ساتھ ٹھیک تعلیمی انداز سے جاری رہا ہے۔ انہوں نے اصل فیصلہ کُن معرکہ دلیل کی طاقت سے رائے عام کے وسیع تر دائرے ہی میں لڑا ہے۔ ان کا اصول ہر دور میں یہ رہا ہے کہ جسے نئی زندگی حاصل کرنی ہو وہ دلیل سے حاصل کرے اور جسے اس زندگی سے محروم رہ کر اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتارنا پسند ہو وہ دلیل ہی کے ماننے سے مرے۔

حضورؐ کے جنگی اقدامات کو دیکھیں تو معرکۂ بدر سے لے کر فتحِ مکہ تک (فتح خیبر سمیت) کل پانچ بڑے معرکے ہوئے جو اصل حقیقت کے لحاظ سے سارے کے سارے مدافعانہ ہی تھے لیکن ان میں سے اوّل الذکر تین تو اسی صورت میں لڑے گئے جبکہ دشمن نے چڑھائی کر کے مدینہ پر دھاوا بول دے کے دو ہی کارروائیاں مدینہ سے خود حضورؐ نے پیش قدمی کر کے کیں، یعنی ایک فتح مکہ (مع جنگ حنین) کے لیے، اور دوسری فتح خیبر کے لیے۔ پس ان دو ہی اقدامات میں فیصلہ ہو گیا۔ مدت کے لحاظ سے دیکھیں تو معرکۂ بدر سے فتح مکہ تک کل زمانہ چھ برس کا ہے۔ حضورؐ نے اپنے عظیم تبلیغی و تعلیمی اور تعمیری و اصلاحی کارنامے میں ۲۳ برس کی لمبی مدت کھپائی اور اس میں سے فقط چھ برس ایسے ہیں کہ جن میں تعلیمِ انسانیت کے مختلف کاموں کے ساتھ ساتھ حریفوں کی شمشیرِ جنگ پسند کا مقابلہ بھی مجبوراً کرنا پڑا۔ انتہائی مبالغہ سے اندازہ کریں تو بھی سارے کے سارے معرکوں میں مجموعی طور پر ۱۵ ہزار سے زیادہ افراد حضورؐ کا مقابلہ کرنے نہ آئے ہوں گے۔ ان میں سے صرف ۷۵۹ جانوں کو راستہ سے ہٹانے کے بعد عرب کی کئی لاکھ کی پوری آبادی سنور سدھر جاتی ہے۔ دس برس کے عرصے میں جو تاریخ کی وسعتوں میں بہت ہی محدود دکھائی دیتا ہے، عرب جیسے صحرا کو زندگی کے ایک مدرسۂ فلاح میں بدل دینا اور تمام بکھرے ہوئے قبائل اور انتہائی وحشی، سرپھرے اور جنگجو افراد کو اس میں داخل کر لینا اور پھر ان کو عظیم سچائیوں اور پاکیزہ اخلاق کی تعلیم دینے میں کامیاب ہو جانا اور نہ صرف تعلیم دینا بلکہ نوع انسانی کے لیے ان کو معلّم و مربّی بنا دینا، شاید حضورؐ کی نبوت کا سب سے بڑا حسّی معجزہ ہے۔

پس یہ امر ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو جاتا ہے کہ اسلام کی انقلابی تحریک کے خلاف

جاہلیت کی کشمکش کا فیصلہ ہونے میں جنگی معرکوں کا کتنا بھی اثر پڑا ہو، لیکن بہ ہر حال فیصلہ کا اصل میدان رائے عامہ کا میدان تھا ___ بلکہ ذرا روحانی زبان میں بات کہیں تو دلوں کا میدان تھا ___ عرب کے لاکھوں مرد و زن مفتوح ہوئے تو اسی میدان میں دلیل اور اخلاق کے اسلحہ سے مفتوح ہوئے۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ہم اپنے مقالہ کی اس آخری فصل میں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہر جہتی مخالفت اور مردافگن مزاحمتوں کے نت نئے طوفانوں کے باوجود یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک قلیل مدت میں دس لاکھ مربع میل سرزمین پر پھیلی ہوئی کثیر التعداد اولادِ آدم اسلامی نظامِ حیات کے سایے میں آگئی۔ تیرہ و تاریکیوں کا سینہ چیر کر کیسے نورِ صبح مسکرائی اور اس کی مسکراہٹوں نے ہر چہار جانب ایک پاکیزہ اجالا پھیلا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دعوت اگر حق ہو، تحریک اگر انسانی فلاح پر مبنی ہو اور اس کے علم بردار اگر مخلص اور ایثار پیشہ ہوں تو مخالفتیں اور مزاحمتیں ہمیشہ انقلابی قافلہ کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ ہر رکاوٹ ایک سنگِ میل بن جاتی ہے۔ راستے کا ہر کانٹا رہبری کرنے لگتا ہے۔ درد کی ٹیسیں جب فغاں کا روپ اختیار کرتی ہیں تو فغاں ہی بانگ جرس بن جاتی ہے۔ پیر لہولہان ہوتے ہیں تو خون کی ہر بوند کو شرارہ عشق ایک چراغِ روشن میں بدل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سچائی اگرچہ ایک اقلیت کے ساتھ ابھرتی ہے، لیکن اکثریت کو ضم کر لیتی ہے۔ آئیے دیکھیں کہ تحریکِ اسلامی نے کن کن قوتوں سے کام لے کر رائے عامہ کے دائرے میں تیزی سے قدم بڑھانے کے راستے بنائے۔

دلیل کی قوت: تحریکِ اسلامی کی سب سے بڑی قوت دلیل کی قوت تھی۔ پیری مریدی کا کوئی نظام ہوتا تو مخاطبوں کی عقلوں کو سُن کرتا، روایتی مذہبیت کا کوئی پیغام ہوتا تو اوہام پسندی کے رجحانات کی آبیاری کرتا، رہبانی تصوف کا کوئی سلسلہ ہوتا تو "چشم بند و گوش بند و لب بہ بند" کا افسوں پڑھتا مگر وہاں تو ایسی ذی شعور روحوں کی مانگ تھی جو خدا پرستی کی بنیادوں پر پورا ایک نظامِ تمدن اٹھا سکیں اور اسے حسن و خوبی سے چلا سکیں۔ اس لیے تحریکِ اسلامی نے اپنی دعوت پیش کی تو سوئی ہوئی عقلوں کو چونکایا، دماغوں کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا، آنکھیں کھول کر دیکھنے اور کان کھول کر سننے کی تلقین کی، نظامِ کائنات میں تدبر کرنے کی ترغیب دلائی، انفس و آفاق کے احوال کا تجزیہ کرنے کا سبق دیا۔ نت نئے

سوال چھیڑ چھیڑ کر فکروں میں تحریک پیدا کی، ذہنی تقلید کے بند ھنوں کو توڑا، فضول روایات و رسوم کے جال پارہ پارہ کیے، آبا پرستی اور ماضی پرستی کے سحر کو باطل کیا۔ اُس نے کالانعام قسم کی مخلوق کے اندر سے سوچنے سمجھنے والا انسان برآمد کرنے کی تدبیر کی، اس نے صمّ، بکمٌ، عمیٌ قسم کے افراد کو ٹھونکے لگا لگا کر بے شعوری کی پینک سے نکالا؛ اس نے دماغوں سے زنگ دُور کیا، الغرض اس نے جاہلیت کے مسلط کردہ عقلی جمود کو توڑ دیا۔ اس طرح جو جو روحیں جاگتی گئیں اور جن لوگوں کی عقلیں انگڑائیاں لے کر اٹھنے لگیں ان کے سامنے زندگی کی بنیادی سچائیاں رکھیں اور اپنے استدلال کے زور سے یکے بعد دیگرے ان کو متاثر کر کے چھوڑا۔

تحریکِ اسلامی نے خدائے واحد کو خالق، مالک، رازق، حاکم اور ہادی کی حیثیت سے پیش کیا تو اس زورِ استدلال سے پیش کیا کہ جاہلی اوہام کے اسلحہ کند ہو کر رہ گئے۔ اُس نے انسانی قوت مشاہدہ کو اکسا کر دعوت دی کہ زمین و آسمان کی نیرنگیوں پر نگاہ ڈالو، چاند تاروں کی گردش پر غور کرو، موسموں کے چرخے کا گھماؤ دیکھو، ہواؤں اور بارشوں کے نظام میں کاوش کرو، نباتات کی روئیدگی و بالیدگی کے مناظر سے سبق لو، حیوانات کی نشو و نما اور ان کے تناسل میں دماغ کھپاؤ، انسانی گروہوں کی رنگا رنگی اور تمدنوں کے مدوجزر کا مطالعہ کرو، اپنے نفوس و اذہان کی گہرائیوں میں جھانکو! ـــ تم دیکھو گے کہ ہر طرف اٹل قوانین اپنا کام کر رہے ہیں، ہر دائرۂ وجود میں ایک نظم کی کارفرمائی ہے، چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے واقعات و حوادث کا رُخ کسی غایت کی طرف ہے، گوناگوں اضداد باہم دگر تعاون کر رہے ہیں، پورے کارخانۂ ہستی میں ایک توافق کارفرما ہے، کثرت وحدت کے رشتے میں بندھی ہے، پھر ہر شے میں ارتقا ہے، ہر چیز بہتری کی طرف جا رہی ہے، ہر علّت کسی اہم تر نتیجے کو پیدا کر رہی ہے اور پھر ہر نتیجہ خود آگے کے لیے ایک علّت بن رہا ہے۔ یہ قانون، یہ نظم، یہ توافق، یہ تعاون، یہ وحدت، یہ ارتقا آپ سے آپ بطور ایک اتفاقی حادثے کے نمودار نہیں ہوا۔ چیزیں اپنے آپ کو خود تجویز نہیں کرتیں، اپنا نقشہ خود نہیں بناتیں، بے شعور اور بے جان مادہ اونچے موجودات کی تخلیق آپ سے آپ نہیں کرتا، عناصر باہمی مشورے سے توافق نہیں کرتے، بلکہ

ایک بالاتر ہستی ـــــ فعّال و مختار اور حکیم و خبیر ہستی ـــــ ایک ناظم، ایک ڈائرکٹر، ایک حکمراں اور ایک قانون ساز کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ تمام قوات و عناصر اسی کی تسبیح کہتے ہیں، تمام موجودات اسی کے حضور میں سجدہ ریز ہیں، تمام مخلوق اس کے طبعی دین کی پابند ہے۔ عظیم سورجوں سے لے کر ننھے سالموں تک ہر شے اس کی بارگاہ میں مسلم کی حیثیت سے سرِ انقیاد خم کیے ہوئے ہے۔ پھر اسلامی تحریک نے بتایا کہ اگر اتنے بڑے کارخانۂ وجود کے اوپر ایک سے زیادہ مالک اور منتظم ہوتے تو ان کے درمیان ٹکراؤ ہو جاتا اور یہ یک رنگی اور یک آہنگی کسی طرح قائم نہ رہتی جس کا مشاہدہ تم کر رہے ہو۔ گویا کتابِ کائنات کا ہر ورق خدا کی ہستی ہی پر نہیں بلکہ اس کی توحید پر اور اس کی مختلف صفات پر محکم دلائل سے بھرا پڑا ہے۔

پھر اسلامی تحریک نے دلیل کے زور سے واضح کیا کہ یہ کائنات جو پوری کی پوری خدا کے دین اور قانون میں جکڑی ہوئی ہے اور جس کا ہر ذرہ اس کے سامنے مسلم بن کر حاضر ہے، اس میں کسی مخلوق کے لیے بندگی و طاعت اور اسلام و انقیاد کا رویہ اختیار کیے بغیر کوئی جگہ نہیں ہے۔ تم خدا کے مسلم ہو گے تو ساری کائنات سے ہم آہنگ ہو جاؤ گے اور تمہارا نظامِ تمدن ویسے ہی امن و توافق کا مظہر بن جائے گا، جیسا مادہ کی ساری نگری میں کارفرما ہے اور تم اگر خدا سے بغاوت اور کفر کرو گے تو نظامِ کائنات سے تمہارا نظامِ تمدن بے ربط ہو جائے گا اور اس میں وہ توازن و توافق نہیں رہے گا جو زمین و آسمان میں کارفرما ہے اور جس کی وجہ سے موجودات سلامتی سے بہرہ مند ہو کر ارتقا کر رہے ہیں۔ اس کائنات میں انسان کے لیے بھی فلاح کی واحد راہ یہی ہے کہ وہ خدا کے دین اور خدا کے قانون کا پابند ہو کے رہے۔ تم جو خدا کے پیدا کیے سے پیدا ہوتے ہو، اس کے رزق پر پلتے ہو، اس کی قوتوں کے بل پہ زندگی گزارتے ہو، اس کی زمین پر رہتے اور اس کے آسمان کے نیچے چلتے پھرتے ہو اور یہاں تم کہ جن کے بدن کا عضو عضو اور جن کے اعضاء کا ذرہ ذرہ مسلم بن کر خدائی قانون میں جکڑا ہوا ہے۔ تمہارے لیے زندگی کی کوئی سیدھی راہ ہے تو خدا کی بندگی ہی کی راہ ہے۔ تمہاری فطرت کا خمیر اسی بندگی کے عہد سے اٹھایا گیا ہے اور تمہارے ضمیروں میں احساس

عبودیت پیوست ہے۔

پھر اسلامی تحریک نے اسی زورِ استدلال سے یہ حقیقت بھی اجاگر کی کہ خدا کی طرف سے ہدایت کی احتیاج ہر ہر ذرّے کو ہے۔ وہی عناصر کی تقدیریں مقرر کرنے والا ہے، وہی اجرامِ فلکی کے مدار اور ان کی رفتاریں طے کرتا ہے، وہی اشیاء کو مختلف خواص دیتا ہے، وہی ہر ہر قوت کو اس کے خاص فرائض میں لگاتا ہے اور وہی ہر مخلوق کے لیے راہِ عمل معین کرتا ہے۔ دوسرے موجودات کی طرح انسان بھی اس کی ہدایت کا اسی طرح محتاج ہے جیسے وہ روشنی، ہوا اور پانی کا محتاج ہے۔ خدا نے اپنی ہدایت سے مخلوق کو بہرہ مند کرنے کے لیے وحی کا نظام مقرر کیا ہے۔ بے جان عناصر کے لیے طبعی جبریت، نباتات کے لیے قوتِ نمو، حیوانات کے لیے جبلت وحی کا ذریعہ ہے لیکن انسان چونکہ شعور سے بہرہ مند ہے اس لیے اس کے لیے وحی کی وہ تکمیلی صورت مقرر کی گئی ہے جس کے تحت اس کے شعور کو مخاطب کیا جاتا ہے۔

پھر اسلامی تحریک نے اپنی اصولی دعوت کے اس جزو کو بھی دلیل ہی کے زور سے قابلِ قبول بنایا کہ جب اس کائنات میں علت و معلول اور سبب و نتیجہ کا قانون کام کر رہا ہے تو انسان کے اخلاقی اعمال کو بھی اس جامع قانون کے تحت کسی تکمیلی نتیجہ تک پہنچنا چاہیے۔ اس نے قانونِ مکافات کو تاریخ میں دکھا کر ثابت کیا کہ اس قانون کے احاطے میں انسان کی تمدنی سرگرمیوں کو بھی آنا چاہیے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی دکھایا کہ انسان کی اس محدود امتحانی زندگی میں محدود قانونِ مکافات کے تحت پورے کے پورے نتائجِ اعمال سامنے نہیں آتے بلکہ بسا اوقات ایک سلسلۂ اعمال ہی کی تکمیل نہیں ہو پاتی، نیز اس سے بھی بڑھ کر بہت سی صورتوں میں بالکل اُلٹے نتائج سے آدمی کو دوچار ہونا پڑتا ہے لہٰذا اس خدائی نظام سے توقع کرنی چاہیے کہ ارضی زندگی کے بعد کسی نئے دورِ حیات میں انسانی اعمال کے نتائج کو بھرپور طریق سے ظہور کرنا ہے۔ خدائی عدل جو ہر طرف کارفرما ہے اس کا عقلی تقاضا یہ ہے کہ جو جیسا کرے ویسا بھرے۔ اس طرح اس نے حیات بعد الموت اور محاسبۂ آخرت اور جزا و سزا کا تصور دیا۔

پھر ان ساری بنیادی سچائیوں کو ثابت کرنے کے لیے اس نے پچھلی پوری انسانی تاریخ پیش کر دی۔ ایک ایک قوم کی داستان کو لیا اور دکھایا کہ جن انسانی گروہوں نے زندگی کا نظام ان حقائق پر اٹھایا انہوں نے فلاح پائی اور جنہوں نے ان سے روگردانی کی وہ خوار و رسوا ہو کر ملیامیٹ ہو گئے۔ جن افراد نے ان کو قبول کیا ان کے دل و دماغ روشن ہو گئے اور ان کے کردار جگمگا اٹھے اور جنہوں نے ان کی مخالفت کی وہ پستیوں میں گرتے چلے گئے۔ دکھایا کہ یہ وہ سچائیاں ہیں جن کی دعوت ہر دورِ تاریخ میں ہر قوم کے سامنے ایک ہی طرز کے لوگوں نے بار بار پیش کی اور ان کو غالب کرنے کے لیے بے لوث جذبۂ اخلاص کے ساتھ جان و مال کی ساری متاع نچھاور کر دکھائی۔

اسلامی تحریک کی یہ اساسی دعوت اپنے پورے استدلالات کے ساتھ قرآن میں پھیلی ہوئی ہے۔ اسے بڑے حسنِ تکرار سے پیش کیا گیا، اسے دلربا تصریفِ آیات کے ساتھ لایا گیا، اس کے لیے بہترین ادبی زبان استعمال کی گئی، اس میں جذباتِ لطیف کا رس گھول دیا گیا، مخالفانہ اعتراضات کو ساتھ کے ساتھ صاف کیا گیا، منکروں اور حریفوں کی نکتہ آفرینیوں اور طنز و استہزا کا سنجیدگی سے تجزیہ کیا گیا۔ پھر کہیں عبرت دلائی، کہیں تنبیہ کی، کہیں شرم دلائی، کہیں چیلنج دیا، کہیں نرمی اور لطافت سے دلوں کو پگھلایا، کہیں استفہام کا انداز اختیار کیا، کہیں استعجاب کا رنگ بھرا، غرضیکہ مختلف اسالیب سے انسانی ذہن کو اس طرح گھیرا کہ اربابِ شعور کے لیے کوئی راہِ فرار کھلی نہ رہنے دی اگر بازی تلوار کے زور سے جیت لی جانے کی ہوتی تو آخر استدلال کے اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا تھی جو قرآن کے دو تہائی بلکہ زائد حصے میں پھیلا ہوا ہے۔

درحقیقت اسلامی تحریک کی بے پناہ قوتِ استدلال نے اپنے مخاطبوں کو بے دم کر دیا۔ اور ان میں سے اہلِ سعادت نے قبولِ حق کے لیے دلوں کے دروازے کھول دیے اور اہلِ زیغ مجبور ہوئے کہ دلیل کی بازی ختم کر کے تشدد کے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئیں۔ جو بھی دعوت و تحریک اپنے مخاطبوں کو اس مرحلے پر پہنچا دیتی ہے وہ آخر کار میدان مارے جاتی ہے۔

خیر خواہانہ اپیل | دلیل مجرد دلیل ہی نہ تھی بلکہ دلیل کے ساتھ دلوں کو پگھلا کر موم کر دینے والی شور

بھاگنے والوں کو قریب کھینچنے والی، روحوں کے بند دروازوں پر دستک دے کر ان کو کھلوا لینے والی اپیل بھی شامل تھی۔ دعوتِ حق کی اپیل نے چٹانوں میں احساس اُبھار دیا، لکڑی کے کندوں میں جذبات کی لہریں پیدا کر دیں اور اکھڑ دشمنوں کی آنکھوں کو اشک آلود کر دیا۔ اسلامی تحریک کے ساز سے ایسے ایسے روح پرور نغمات اُٹھے کہ دلوں میں حیاتِ نو کی رَو دوڑا گئے۔ جاؤ، قرآن کھول کے دیکھو کہ کس طرح اس کے ایک ایک جملے میں شعور کے نور کے ساتھ جذبوں کی گرمی گھلی ہوئی ہے۔ یہ دو آتشہ صہبائے طہور تھی کہ جس نے بڑے بڑے سنگدلوں کو مسخر کر لیا اور جس نے حق کے دشمنوں کو حق کا خادم بنا دیا۔ پھر اس کا ادبی زور ایسا سحر آفریں تھا کہ اس نے چمنِ فصاحت کی بلبلوں کو ساکت، وقت کی بزمِ سخن میں نغمہ آفریں شعراء کو گنگ کر دیا۔ اُس نے ایسی عربیٔ مبین میں کلام کیا کہ سارا عرب ویسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہ گیا۔ ہم یہاں دعوتِ حق کے نغمہ کے چند بول پیش کر رہے ہیں:-

"ان سے کہو (اے پیغمبر! میری طرف سے) کہ اے میرے بندو، جو اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے ہو، اللہ کی رحمت سے اپنی آس نہ توڑو۔ یقیناً (تم رجوع کرنے والے بنو تو) خدا سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور یقیناً وہ درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ اور تم اپنے رب کی طرف جھکو اور اس کے حضور میں سرِ تسلیم خم کر دو، قبل اس کے کہ تم کو عذاب آگھیرے اور پھر تمہیں کوئی مدد نہ مل سکے! اور پیروی کرو اُس بہترین نوشتۂ ہدایت کی جو تمہارے رب کی بارگاہ سے تمہاری جانب بھیجا گیا ہے، قبل اس کے کہ تمہیں عذاب اچانک آ پکڑے جبکہ تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ پھر اس وقت کوئی جان یہ کہتی رہ جائے کہ ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے حق میں دکھائی اور میں دحقیقت کی ہنسی اڑاتا رہا۔ یا وہ (مایوس ہو کر) کہے کہ اگر اللہ مجھے راستہ سجھاتا تو میں سنبھل کر چلنے والوں میں شامل ہوتا۔ یا جب وہ عذاب کو دیکھے تو یوں کہے کہ اگر ایک موقع اور ملے تو میں احسان کیش لوگوں میں جا ملوں"

(الزمر ۵۳ تا ۵۸)

اس ایک ٹکڑے میں بڑے ایجاز سے وہ ساری بنیادی سچائیاں سموئی ہوئی ہیں جن کی آئینہ دار محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تھی پھر اس میں عقلی استدلال بھی موجود ہے اور اس کے ساتھ دل ہلا دینے والا جذباتی اپیل ہے۔ اس میں بشارت بھی ہے اور انتباہ بھی۔ قرآن اس طرح کی رنگارنگ پکاروں سے بھرا پڑا ہے۔ مٹی سے بنے ہوئے انسانی پتلوں کے بس میں نہ تھا کہ ایسے انقلاب آفریں کلام کی موجوں کے سامنے کھڑے رہ سکتے جبکہ اس کے ریلے مسلسل چلے آرہے تھے ۔۔۔ ہر صبح، ہر شام، ہر آن!! ۔۔۔ تیئیس سال تک متواتر یہ سیلِ معنی اُمڈتا رہا تو آخر کیسے تصور میں آسکتا ہے کہ تو دا و جرارت کی ان رووں کی زد پر آنے والے آدم زاد اپنی جگہوں پر جوں کے توں جامد رہ سکتے۔ دو اور الہام پارے جن میں عمومی خطاب ہے ملاحظہ ہوں:۔

"اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو متنبہ نہ کر دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی ہے راہِ راست اور وہ اس کے باوجود، تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکالے گیا۔ پھر کیا تم لوگ سوجھ بوجھ سے کام نہ لے سکتے تھے؟" (یٰس ۶۰ تا ۶۲)

"کہہ دو (اے پیغمبرؐ) کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے حق تم تک آچکا ہے۔ اب جو کوئی بھی راہ یاب ہو تو اس کا راہ یاب ہونا اس کی اپنی جان کے لیے (سود مند) ہے اور جو کوئی بھٹکے تو اس کا بھٹکنا خود اسی کے لیے (موجب خسران) ہے۔ اور میں تم پر مختار نہیں ہوں۔" (یونس-۱۰۸)

وہ لوگ جنہوں نے مخالفت کے محاذ کھولے ان کے بھی بہترین احساسات کو پکارا گیا اور زیادہ سے زیادہ موثر اور دلگداز اسلوب سے ان کی اساسی فطرت کو اپیل کیا گیا۔ مشرکین مکہ ہوں یا اہلِ کتاب، ہر گروہ کے بہترین عناصر کو بہترین اسلوب سے خطاب کیا اور ان کے بہترین جذبات کو حرکت میں لانے کی کوشش کی حتیٰ کہ منافقین کو بھی اصلاح کی دعوت دی۔ اس سلسلے کی مثالیں بھی الگ الگ پیش کی جاتی ہیں:۔

—— مشرکین سے خطاب :-

"اللہ نے ایک بستی کی مثال دی ہے جو امن چین سے دن گذار رہی تھی اور اس کی روزی ہر چہار جانب سے بافراط چلی آ رہی تھی، پھر اس (کے باشندوں) نے خدا کے احسانوں کی ناشکری کی، سو اللہ نے ان کے کرتوتوں کے بدلے میں انہیں بھوک اور خوف (کی حالت) کا لباس پہنا کر مزہ چکھایا۔ اور ان کے درمیان خود انہیں میں سے پیغمبر مبعوث ہو چکا تھا، پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا، پس ان کو عذاب نے آ پکڑا —— اور وہ تھے ہی ظالم!"

—— اہلِ کتاب سے خطاب :

"اے اہلِ کتاب! ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا جو کتابِ الٰہی کی ان بہت سی حقیقتوں کو تمہارے سامنے نکھار کر لا رہا ہے جنہیں تم چھپاتے ہو، اور وہ بہت ساری چیزوں سے درگزر بھی کرتا ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی آ چکی اور واضح کتاب پہنچ چکی جس کے ذریعے اللہ ایسے لوگوں کو سلامتی کی راہ پر لاتا ہے جو اس کی رضیات کے پیچھے چلیں اور انہیں تاریکیوں سے نکال نکال کر اپنے حکمِ خاص کے مطابق اجالے میں لاتا ہے اور انہیں راہِ راست کی طرف رہنمائی دیتا ہے۔ (المائدہ - ۱۶)

"کہو اے پیغمبر! کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق کے مبالغہ سے کام نہ لو اور (اپنے ہاں کے) ایسے لوگوں کے نفسانی رجحانات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے سے گمراہ ہیں اور جنہوں نے بہتوں کو بہکا دیا ہے اور جو سیدھی راہ سے دور جا پڑے ہیں۔"

(المائدہ —— ۷۷)

"اے اہلِ کتاب! رسولوں کے سلسلۂ بعثت میں ایک لمبے وقفے کے بعد ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا جو حقیقتوں کو تمہارے سامنے نکھار کر لا رہا ہے —— (ممکن ہے) کہیں تم (بہ طورِ عذر) کہو کہ ہم تک تو کوئی بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا آیا ہی نہ تھا۔ سو اب بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا تمہاری طرف آ چکا۔" (المائدہ ۱۹)

"اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے یہ فیصلہ دے دیا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور بہت بڑی طرح سرکشی دکھاؤ گے۔ سو (اے بنی اسرائیل) جب پہلے وعدہ کا موقع آیا تو ہم نے تمہارے اوپر اپنے سخت جنگجو بندوں کو مسلط کر دیا، پھر وہ شہروں میں پھیل گئے۔ اور وہ وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم نے ان کے مقابلے میں تمہیں ایک موقع دیا اور اموال واولاد سے تمہیں تقویت دی اور تمہاری تعداد بڑھا دی (اور تمہیں پھر مہلت دی کہ) اگر تم نے بھلائی اختیار کی تو اپنی ہی جانوں کا بھلا کیا اور اگر برائی کی تو وہ بھی اپنے ہی حق میں کی! پھر جب دوسرے وعدہ کا موقع آیا کہ وہ لوگ تمہارے چہروں کو (دکھ اور ذلت کی سیاہی سے) کلونسا دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں اس طرح گھسیں جیسے وہ پہلے گھسے تھے اور جہاں وہ غلبہ پائیں وہاں تباہی پھیلا دیں۔ (تو تم نے پورا پورا مزہ چکھ لیا)!۔۔۔ اب (جبکہ دعوتِ محمدیؐ کے نمودار ہونے سے تمہارے سامنے ایک فیصلہ کن موقع اور پیدا ہوا ہے) تمہارا رب چاہتا ہے کہ تم پر رحم کرے۔ لیکن اگر تم پھر وہی کچھ کرو گے تو ہم بھی ویسا ہی مزہ چکھائیں گے۔ اور (آخرت میں) ہم نے جہنم کو نافرمانوں کے لیے ٹھکانا بنایا ہے۔"

(بنی اسرائیل۔ ۴ تا ۸)

"کہو کہ اے اہلِ کتاب! اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (اور مشترک) ہے ۔۔۔ یہ کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی شے کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم لوگ اللہ کو چھوڑ کر باہم کہ ایک دوسرے کو رب بنا لیں۔" (آل عمران۔ ۶۴)

۔۔۔ عیسائیوں سے خطاب!

"اور تم (یہود کے مقابلے میں)، اُن لوگوں کو مسلمانوں کی محبت میں قریب تر پاتے ہو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں میں علماء اور

درویش ہیں اور اس وجہ سے کہ یہ لوگ تکبر میں مبتلا نہیں ہیں۔ اور یہ لوگ جب اُس کلام کو سُنتے ہیں جو رسولؐ پر اُترا ہے تو ان کے حق کو پہچاننے کے باعث تم ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہو کہ آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتی ہیں۔ وہ پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، پس ہمیں حق کی شہادت دینے والوں میں لکھ لے۔"

(المائدہ)

—منافقین سے خطاب:۔

"کیا یہ (منافق) لوگ سوچتے نہیں کہ یہ ہر سال دو ایک بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی تو یہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اور جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ آیا کوئی تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر اٹھ کے چلے جاتے ہیں۔ ان کے دلوں کو خدا نے اس لیے پھیر دیا ہے کہ یہ لوگ سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے۔ دیکھو! تمہارے اندر سے رسول تمہارے پاس آچکا ہے، اس کے لیے بارِ خاطر ہے ہر وہ چیز جو تمہیں تکلیف دے، وہ تمہارا مشتاق ہے اور وہ اہلِ ایمان کے لیے شفیق اور مہربان ہے۔" (یونس-۱۲۶ تا ۱۲۸)

قرآن دلوں کو پگھلا دینے والے ایسے ایسے بولوں سے بھرا پڑا ہے۔ روحوں میں پیوست ہو جانے والے جملے، ضمیروں میں تحریک پیدا کر دینے والے موتیوں جیسے الفاظ، احساسات کے تاروں کو چھیڑ دینے والے ادبی اسالیب! —— کتنی بڑی طاقت ہے قرآن اور کتنی ہنگامہ خیز رہی ہوگی دعوتِ حق! حقیقت کی یہ شعاعیں جب پے در پے برستی ہونگی تو اوسط درجے کے انسانوں کے لیے کیسے ممکن رہا ہوگا کہ وہ رفتار و کردار کی تاریکیوں کو سینے میں آراستہ کیے رکھیں۔ دلیل کی طاقت کے ساتھ جب اپیل کی طاقت آملتی ہے تو یہ دو دھاری تلوار پتھروں کو بھی کاٹ جاتی ہے۔ پھر جہاں قرآن کی بارانِ کلام کی پھواریں متواتر پڑ رہی تھیں، وہاں صاحب نبوت کا تکلم بھی درسوں، خطبوں، تقریروں اور گفتگوؤں میں ہر آن نور کی لہریں اٹھا رہا تھا۔ زمانے نے اُس بحرِ مواج کے جو موتی محفوظ رکھے ہیں، ذرا آج ان کو جانچو

چھوٹے چھوٹے بول، تھوڑے لفظوں میں زیادہ معنی، ادبیت و خطابت کا زور، بات میں روح اخلاص گھلی ہوئی، گفتگو حالات پر منطبق ــــ کسی دوسری شخصیت کا سمندر ایسے موتی پھر پیدا نہ کر سکا۔ پھر اسلامی تحریک کے شعراء اور ادیب اور خطیب تھے کہ جنہوں نے نئے فنی معیارات اور انقلابی اسالیب کے ساتھ جب ساز نطق پر اسلام کے کلمۂ انقلاب کا زخمہ چلایا تو ان کی ہر موج آہنگ نے ریت کے ذرّوں میں بھی دھڑکتے ہوئے دل پیدا کر دیئے ہونگے۔ آج بھی اس دور کے دفتر سخن کو اٹھا کر دیکھو تو حسان بن ثابتؓ اور کعب بن مالکؓ کا حسین تخیل ان کے مخلصانہ جذبوں کے پر لگا کر عجیب عقابی شان سے اڑتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے نغمے جب روزمرّہ واقعات سے ہم آہنگ اور کشمکش کے ماحول سے مربوط ہو کر نمودار ہوتے ہونگے تو آخر انسانی دلوں پر کوئی تو کیفیت گزرتی ہوگی۔ مدعا یہ کہ اصل طاقت قول حق کی تھی جس کے سامنے ممکن نہ تھا کہ باطل میدان میں جما رہ سکے۔ ان الباطل کان زھوقا!

(باقی)